۱۹ محرم الحرام ۱۴۴۶ھ / 26 جولائی 2024ء

دوستی...

کے

اثرات، معیار اور تقاضے

(عالمی یومِ دوستی کے موقع پر... مع تبصرہ بر فیصلہ سپریم کورٹ)

مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان (مرکزی دفتر) جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور

042-37374429 0315-7374429 munpk7374429@gmail.com

Join our channel | Follow our Account | Like our Page | Like our Page | Subscribe our channel

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، أَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

اَلۡاَخِلَّآءُ یَوۡمَئِذٍۢ بَعۡضُہُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الۡمُتَّقِیۡنَ۔ [الزخرف 67:43]

انسان کا اپنی زندگی میں مختلف افراد کے ساتھ تعلق رہتا ہے اور اِس کے متعدد اسباب ہوتے ہیں... کسی سے خونی رشتہ ہوتا ہے تو کسی سے سسرالی واسطہ... بعض لوگوں سے ہم علاقہ ہونے کی نسبت ہوتی ہے تو دیگر سے کلاس فیلو ہونے کا ناطہ... باہمی تعلق کا ایک مضبوط ذریعہ "دوستی" بھی ہے... ہر زبان، ہر علاقہ اور ہر عمر کے افراد کی کسی نہ کسی کے ساتھ دوستی و محبت ہوتی ہے... یہ سلسلہ انسان کے دُنیا میں آنے سے پہلے بھی چل رہا تھا اور اُس کے دُنیا سے جانے کے بعد برزخی زندگی، بلکہ جنت میں بھی جاری رہے گا۔

شاید دُنیا میں آنے سے پہلے کا ذکر سن کر آپ چونک گئے ہوں! مگر یہ حقیقت ہے۔ اُمّ المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا: اَلْأَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَةٌ، فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا ائْتَلَفَ وَمَا تَنَاكَرَ مِنْهَا اخْتَلَفَ۔ "روحیں مختلف و مخلوط جماعتیں تھیں، چنانچہ جو اَرْوَاح باہم مانوس تھیں وہ آپس میں اُلفت و محبت رکھتی ہیں اور جو آپس میں اجنبی تھیں وہ الگ تھلگ رہتی ہیں۔" (صحیح بخاری، حدیث: 3336۔ صحیح مسلم، حدیث: 2638) یعنی جسموں میں آنے سے پہلے انسانوں کی روحیں اکٹھی رہتی تھیں اور مختلف قسموں کی تھیں، جن روحوں کے اوصاف و اخلاق ایک جیسے تھے وہ جسموں میں آنے کے بعد ایک دوسرے سے محبت واُلفت رکھتی ہیں، خواہ جسم ایک دوسرے سے دُور ہوں... اور جن روحوں کے اوصاف واخلاق یکساں نہیں تھے وہ دُنیا میں باہم متنفِّر رہتی ہیں، اگرچہ جسم ایک دوسرے کے قریب ہوں۔ (ماخوذ از فیض القدیر، زیرِ حدیث: 3050)

دوستی کا تعلّق اہم بھی ہے اور نازک بھی... اگر ربِّ کریم کی رحمت سے دوست اچھا ہو اور دوستی کو صحیح طریقے سے نبھایا جائے تو یہ دونوں جہان میں کامیابی کا ذریعہ بن جاتی ہے، لیکن اعمالِ بد کی نحوست سے اگر بُرے لوگوں کے ساتھ دوستی ہو جائے اور انسان اُس کے شر سے محفوظ نہ رہ سکے تو وہ دُنیا میں بھی اخلاق و کردار کی تباہی کا سبب بن جاتی ہے اور آخرت میں سخت شرمندگی کا ذریعہ ہوگی۔

ہمارے دَور کا یہ المیہ ہے کہ دین سے دُوری کے سبب ہماری نسلِ نَو کو معلوم ہی نہیں کہ قرآن و سنت کی روشنی میں دوستی کا معیار کیا ہے؟ اِس کے آداب و تقاضے کیا ہیں؟ اور اِس کے اثرات کتنی دُور تک پہنچتے ہیں؟

اچھے اور برے دوست کی پہچان نہ ہونے کے سبب نوجوانوں کی اخلاقی صورتِ حال تیزی سے جس طرف بڑھ رہی ہے وہ ہم سب جانتے ہیں، مگر افسوس کہ نہ تو بڑے اِس حوالے سے تربیت کا حق ادا کر رہے ہیں اور نہ ہی چھوٹے اِس پہلو سے کچھ سیکھنا چاہتے ہیں۔

اقوامِ متحدہ کی طرف سے ہر سال 30 جولائی کو عالمی یومِ دوستی (International Day Of Friendship) منایا جاتا ہے اور دُنیا بھر میں مختلف تقریبات کا انعقاد ہوتا ہے۔ چنانچہ آج دوستی کے اثرات، اعتدال، معیار اور تقاضوں سے متعلق کچھ گفتگو کی جائے گی۔

دوستی کے اثرات

کوئی بھی ذی شعور شخص اِس بات کا انکار نہیں کر سکتا کہ دوست کا انسان کے اخلاق و کردار اور زندگی کے دیگر معاملات میں گہرا اثر ہوتا ہے۔ ہم اپنے گرد و پیش میں دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگوں کو اچھے دوستوں کی وجہ سے دنیا میں بھی کامیابی نصیب ہوتی ہے اور اُمّید ہے کہ وہ رحمتِ الٰہی سے آخرت میں بھی کامران ہوں گے... اِس کے برعکس بے شمار لوگ ایسے بھی ہیں جو بُرے دوستوں کی وجہ سے دُنیاوی ذلّت میں بھی مبتلا ہوتے ہیں اور آخرت کی بربادی والے راستے پر بھی چل پڑتے ہیں۔

دوستی کے اِن دُور رَس اثرات و نتائج کے سبب ہی مصطفٰی جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہر مسلمان کو اپنے دوست کے بارے میں خوب غور و فکر کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: اَلرَّجُلُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ[1] أَحَدُکُمْ مَنْ یُّخَالِلُ! ”انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، چنانچہ تم میں سے ہر ایک خوب غور کر لے کہ کس سے دوستی کرتا ہے!“ (جامع ترمذی، حدیث: 2378۔ سنن ابو داود، حدیث: 4833) یعنی دوستی ایسی چیز ہے جس کے زندگی پر گہرے اثرات ہوتے ہیں، انسان اپنے دوست کے طریقے پر چلنے لگتا ہے، آہستہ آہستہ دوست کی عادتیں اور اُس کے اوصاف انسان کی طرف منتقل ہونے لگتے ہیں، حتّٰی کہ بہت مرتبہ انسان اپنے دوست والا ہی دین اختیار کر لیتا ہے؛ لہٰذا خوب سوچ سمجھ کر دوستی کرنی اور رکھنی چاہیے، کہیں برے دوست کی وجہ سے خدانخواستہ انسان کے اخلاق و عادات اور دین تباہ نہ ہو جائیں!

سنجیدہ لوگ اپنے دوستوں سے متعلق کس قدر حسّاس ہوتے ہیں، اِس کا اندازہ ایک واقعہ سے کیجیے! فیضِ عالَم حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمہ اللہ تعالٰی نے لکھا: منقول ہے کہ ایک شخص کعبہ شریف کا طواف کرتے ہوئے دُعا کر رہا تھا: اَللّٰھُمَّ أَصْلِحْ إِخْوَانِیْ۔ اے اللہ! میرے بھائیوں کو نیک کر دے۔ اُس سے کہا گیا:[2] اِس عظیم الشان جگہ پر اپنے بھائیوں کے لیے ہی دُعا کیے جا رہے ہو، اپنے لیے دُعا کیوں نہیں کرتے؟ وہ کہنے لگا: إِنَّ لِیْ إِخْوَانًا أَرْجِعُ إِلَیْھِمْ، فَإِنْ صَلَحُوْا صَلَحْتُ مَعَھُمْ وَإِنْ فَسَدُوْا فَسَدْتُّ مَعَھُمْ۔ مَیں یہاں سے اپنے بھائیوں کی طرف لوٹ کر جاؤں گا، اگر وہ نیک ہوئے تو (اُن کی برکت سے) مَیں بھی نیک ہو جاؤں گا، وہ بگڑے ہوئے تو (اُن کی نحوست سے) مَیں بھی بگڑ جاؤں گا (چنانچہ اُن کے لیے دُعا کر کے حقیقت میں اپنے لیے بھی کر رہا ہوں)۔
(کشف المحجوب (فارسی)، باب الصّحبۃ و مایتعلّق بہا، ص: 401، سنگِ میل پبلی کیشنز لاہور)

---

[1] فَلْیَنْظُرْ: أی فَلْیَتَأَمَّلْ أَحَدُکُمْ بِعَیْنِ بَصِیْرَتِہٖ۔ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر للمناوی، تحت الحدیث: 4516)

[2] چوں بایں مقام شریف رسیدہ، چرا خود را دعا نکنی، کہ ہمہ برادران را دعا می کنی؟

دوستی میں اعتدال

غیر تربیت یافتہ لوگ حسّاس معاملات میں عموماً جذباتی ہو جاتے ہیں، محبت واُلفت سے متعلق بھی اکثر ایسا ہی ہوتا ہے... چاہت ہو تو مستقبل کی فکر کیے بغیر اپنے قیمتی وقت سمیت سب کچھ لُٹانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں... جب کہ خدانخواستہ نفرت ودُشمنی ہو جائے تو شرعی تقاضوں کے برعکس مَرنے اور مارنے پر اُتر آتے ہے۔

دینِ متین سکھاتا ہے کہ دوستی ومحبت اور دشمنی ونفرت سمیت ہر معاملے میں اعتدال / میانہ روی کو اختیار کرنا چاہیے... نہ تو دوستی میں کوئی ایسا کام کیا جائے جس سے شریعت نے منع کیا ہے اور نہ ہی دشمنی میں ایسی حرکت کی جائے جس کی دین اِجازت نہیں دیتا۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرورِ عالَم ﷺ کا ارشادِ گرامی روایت کیا: «أَحْبِبْ حَبِيبَكَ هَوْنًا مَّا؛ عَسٰى أَنْ يَّكُوْنَ بَغِيْضَكَ يَوْمًا مَّا، وَأَبْغِضْ بَغِيْضَكَ هَوْنًا مَّا عَسٰى أَنْ يَّكُوْنَ حَبِيْبَكَ يَوْمًا مَّا۔» یعنی "اپنے پیارے سے تھوڑی محبت کرو، ہو سکتا ہے کہ کسی دن تمہیں اُس سے نفرت ہو جائے اور اپنے مبغوض وناپسندیدہ سے تھوڑی نفرت کرو، ممکن ہے کہ وہ کسی دن تمہارا محبوب بن جائے۔" (جامع ترمذی، حدیث:1997)

حدیثِ مبارک کی مختصر تشریح یہ ہے کہ انسان کی کیفیات اور وقت کے تقاضے بدلتے رہتے ہیں۔ آج جس سے دوستی ہے، ضروری نہیں کہ اُس سے ہمیشہ محبت ہی رہے، ممکن ہے کہ آنے والے وقت میں صورتِ حال بدل جائے اور وہی محبوب دشمن بن جائے... اگر حد سے زیادہ محبت تھی تو کل کو شرمندگی بھی ہو سکتی ہے اور اُس سے نقصان بھی۔ اِسی طرح اگر آج کسی سے نفرت اور اَن بن ہے تو ضروری نہیں کہ ہمیشہ نفرت ہی رہے، ہو سکتا ہے کہ کل کو وہی دشمن پیارا ہو جائے... اگر حد سے زیادہ نفرت تھی تو کل کو اُس سے حیا بھی آئے گی اور پشیمانی بھی ہو گی۔ (ماخوذ از فیض القدیر)

ہماری بہت سی پریشانیوں کا سبب تعلقات میں اعتدال کو چھوڑنا ہے:

- شوہر اور بیوی کے درمیان ناچاقی کی بھی زیادہ تر یہی وجہ ہوتی ہے... محبت ہے تو سر پر چڑھالیا، پھر کوئی عادت یا بات ناپسند ہوئی تو بغیر سوچے سمجھے گالی گلوچ اور مار پیٹ شروع کر دی یا جھٹ سے تین طلاقیں دے دیں۔
- دوستوں کے ساتھ بھی ایسا ہی برتاؤ ہے... محبت بھرے تعلقات ہوں تو ہر راز بتادیا اور ذرا سی اَن بن ہوئی تو جان کے دشمن بن گئے۔
- یہی کچھ سیاسی میدان میں بھی ہے... بے چارے سیاسی جیالے آنکھیں بند کر کے یوں اپنے اپنے لیڈر کے پیچھے چلتے ہیں کہ کبھی سوچتے ہی نہیں کہ لیڈر غلط کہہ رہا ہے یا درست؟ جب عقل آتی ہے کہ ہمیں غلط استعمال کیا جارہا ہے تو کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

ہمیں چاہیے کہ حدیثِ مبارک پر عمل کرتے ہوئے دوستی ومحبت اور دشمنی ونفرت میں اعتدال کا مظاہرہ کریں۔

دوستی کا معیار

دین سے دُوری کے سبب ہم سمجھتے ہیں کہ دوستی اُس کے ساتھ ہونی چاہیے جو دولت مند ہے... جس کے پاس بڑا عہدہ ہے... جس کا خاندانی اسٹیٹس اچھا ہے... اور ہماری یہ خام خیالی ہوتی ہے کہ ایسے لوگ مشکل وقت میں کام آئیں گے... جب کہ حقیقت یہ ہے کہ جو اپنے ربّ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا وہ کبھی بھی اُس کے بندوں کا وفادار نہیں ہو سکتا، ایسے لوگ ہمیشہ مفاد پرست ہوتے ہیں۔

ہمیں قرآن و سنت سے راہ نمائی لینی چاہیے کہ دوستی کا معیار کیا ہے اور کس شخص کو اپنا دوست بنانا چاہیے! اسلامی تعلیمات کے مطابق دوست میں اِن اوصاف کو پرکھنا بہت ضروری ہے:

1۔ایمان والا ہو: محبت و یارانہ فقط صاحبِ ایمان سے ہونا چاہیے، غیر مسلم سے قلبی تعلّق رکھنا سخت حرام ہے۔

ظالموں / کافروں کے ساتھ دلی لگاؤ کے انجام سے متعلق ارشادِ ربّانی ہے: وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ۔ "اور ظالموں کی طرف جھکاؤ (کافروں / گمراہوں سے دلی تعلّق، نرم گوشہ اور میل جول) نہ رکھو ورنہ تمھیں آگ چھوئے گی اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی نہیں، پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔" [ھود 11:113]

2۔صالح ہو: محبت و دوستی اور سنگت نیک مسلمان کی ہی اختیار کرنی چاہیے۔ نیک شخص کی دوستی سے دونوں جہان میں رحمت و برکت کی اُمّید ہوتی ہے، جب کہ بُرا ساتھی خدانخواستہ دُنیا و آخرت کی تباہی کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

سیدنا ابو موسیٰ عبد اللہ بن قیس اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روایت کردہ ارشادِ نبوی کا مفہوم ہے کہ اچھا دوست خوشبو والے کی طرح ہے اور بُرا ساتھی بھٹی دھونکنے (آگ بھڑکانے) والے کی طرح ہے:

- فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يُّحْذِيَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا طَيِّبَةً۔ "عطر والا یا تو تمہیں خوشبو کا تحفہ دے گا یا تم اُس سے خرید لو گے یا (کم از کم) تم اُس سے خوشبو پاؤ گے۔"
- وَنَافِخُ الْكِيْرِ إِمَّا أَنْ يُّحْرِقَ ثِيَابَكَ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيْحًا خَبِيْثَةً۔ "اور بھٹی دھونکنے (آگ بھڑکانے) والا یا تو (چنگاریوں سے) تمہارے کپڑے جلا دے گا یا (کم از کم) تم اُس سے بدبُو (دھواں) پاؤ گے۔" (صحیح بخاری، حدیث: 5534۔ صحیح مسلم، حدیث: 2628)

بزرگوں نے اِس حدیث پاک کو اشعار میں یوں تعبیر فرمایا:

چنگے بندے دی صحبت یارو، جیویں دکان عطاراں
سودا بھانویں مُل نہ لیّے حُلّے آن ہزاراں

بُرے بندے دی صحبت یارو جیویں دکان لوہاراں
کپڑے بھاویں کُنج کُنج بیّے چِنگاں پَین ہزاراں

بہترین دوست: احادیث مبارکہ اور بزرگوں کے اقوال کا خلاصہ ہے کہ بہترین دوست وہ ہے:

- جس کی سنگت سے ہمارے دل میں اللہ تعالیٰ کی خشیت اور اُس کے حبیب ﷺ کی محبت بڑھے۔
- جو شریعت پر عمل کرنے اور ذمہ داریاں پوری کرنے میں ہماری مدد کرے۔
- جس کی گفتگو سن کر نمازوں اور دیگر اعمالِ صالحہ کے شوق میں اِضافہ ہو۔
- جس کے اعمال دیکھ کر آخرت کی یاد تازہ ہو۔
- جس کے ساتھ بیٹھنے سے شرم وحیا میں ترقّی نصیب ہو۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بارگاہِ نبوی میں سوال ہوا: یارسول اللہ، صلّی اللہ علیک وسلّم! ہمارا بہترین ہم نشین / دوست کون ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مَنْ ذَكَّرَكُمُ اللّٰهَ رُؤْيَتُهُ، وَزَادَ فِي عِلْمِكُمْ مَنْطِقُهُ، وَذَكَّرَكُمْ بِالْآخِرَةِ عَمَلُهُ۔ ”جس کی دید سے تمہیں اللہ کی یاد آئے، اُس کی گفتگو سے تمہارے علمِ دین میں اضافہ ہو اور اُس کا عمل تمہیں آخرت کی یاد دلائے۔“

(مسند ابویعلی، ج:4، ص:142، حدیث:2437، صحّحہ المناوی فی التیسیر)

ایک روایت کے مطابق حبانِ عالَم ﷺ نے بہترین دوست / ہم نشین کی پہچان یوں کروائی: «صَاحِبٌ إِذَا ذَكَرْتَ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى أَعَانَكَ، وَإِذَا نَسِيتَهُ ذَكَّرَكَ۔» ”(بہترین ساتھی) وہ دوست (ہے) کہ جب تم اللہ تعالیٰ کو یاد کرو تو وہ تمہاری مدد کرے (تمہاری ہمّت بڑھائے) اور جب تم ذکرِ الٰہی بھول جاؤ تو وہ تمہیں یاد دلائے۔“

(الإخوان لابن أبي الدنيا، مرسلًا، رقم الحديث:42۔ الجامع الصغير، رقم الحديث:6625)

سچی بات تو یہ ہے کہ دوستی کے قابل فقط یہی لوگ ہیں جن کا جانِ عالَم ﷺ نے ذکر فرمایا... ایسا دوست جس کی سنگت سے دل میں اللہ تعالیٰ کی خشیت کم ہو، محبتِ رسول ﷺ اور ادبِ بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں کمزوری آئے، بزرگوں کے بارے میں بدگمانی پیدا ہونے لگے، نمازوں سے متعلق سستی اور لاپرواہی کی کیفیت ہو جائے، زبان پر گالیاں اور بُرے الفاظ آنے لگیں یا دیگر اخلاق و عادات بگڑنے لگیں، اُس دوست کی سنگت سے تنہائی ہزار درجہ بہتر ہے۔

سیدنا ابوذر غِفاری رضی اللہ عنہ کو کسی شخص نے مسجد میں تنہا بیٹھے دیکھا اور وجہ پوچھی تو اُنھوں نے سرورِ عالم ﷺ کا اِرشاد سنایا: «اَلْوَحْدَةُ خَيْرٌ مِّنْ جَلِيسِ السَّوْءِ وَالْجَلِيسُ الصَّالِحُ خَيْرٌ مِّنَ الْوَحْدَةِ، وَإِمْلَاءُ الْخَيْرِ خَيْرٌ مِّنَ السُّكُوتِ وَالسُّكُوتُ خَيْرٌ مِّنْ إِمْلَاءِ الشَّرِّ۔» یعنی ”بُرے ساتھی سے تنہائی اچھی ہے اور اچھا ساتھی تنہائی سے بہتر ہے... اچھی بات کہنا خاموشی سے بہتر ہے اور بُری بات سے خاموش رہنا اچھا ہے۔“ (المستدرک علی الصحیحین، حدیث:5466)

دوستی کے آداب اور تقاضے

قرآن وسنت میں جہاں یہ سکھایا گیا کہ دوستی کس سے ہونی چاہیے، وہاں یہ بھی تربیت فرمائی گئی ہے کہ دوست کے ساتھ دوستی کا تعلّق کیسے نبھانا چاہیے؟ چنانچہ اِس حوالے سے چند نکات پیشِ خدمت ہیں:

1۔ فقط رضائے الٰہی مقصود ہو: کسی بھی عمل کا بنیادی مقصد صرف یہ ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے، حتّٰی کہ کسی کے ساتھ محبت و دوستی بھی فقط رضائے اِلٰہی کے لیے ہی ہونی چاہیے۔ اللہ کی خاطر محبت کے دونوں جہان میں فائدے ہی فائدے ہیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبیِ غیب دان ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ربّ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: «أَيْنَ الْمُتَحَابُّونَ بِجَلَالِي؟ اَلْيَوْمَ أُظِلُّهُمْ فِي ظِلِّي يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّي۔» یعنی "میری عظمت و جلالت کی خاطر (مجھے راضی کرنے کے لیے) آپس میں محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج مَیں اُنھیں اپنے عرش کا سایہ عطا کروں گا / اپنی حفاظت و پناہ سے نوازوں گا، جب کہ میرے سایۂ عرش کے علاوہ کوئی سایہ نہیں / میری پناہ کے علاوہ کسی کی پناہ نہیں۔" (صحیح مسلم، حدیث:2566)

جب یہ سوچ نصیب ہو جائے گی کہ محبت و یارانہ رضائے اِلٰہی کے لیے ہونا چاہیے تو انسان خود بخود بُرے لوگوں سے دُور رہے گا۔

2۔ حقوقِ مسلم کا اہتمام: قرآن وسنت میں مسلمانوں کو دوسرے مسلمانوں کے متعدّد آداب و حقوق سکھائے گئے ہیں، مثلاً بڑوں کی عزت اور چھوٹوں پر شفقت کرنا... کوئی شرعی رکاوٹ نہ ہو تو دعوت قبول کرنا... وقتاً فوقتاً تحائف کا تبادلہ کرنا... غمی خوشی میں شریک ہونا... مشکل میں مدد کرنا... منہ پر تعریف نہ کرنا... دل آزاری سے بچنا... بُرا نام نہ رکھنا... مذاق نہ اُڑانا اور غیبت و بدگمانی سے بچنا وغیرہ... دوست کے ساتھ تعلّق دیگر مسلمانوں کے ساتھ تعلّق سے زیادہ پختہ ہوتا ہے، جب تمام مسلمانوں سے متعلق اِن چیزوں کا حکم ہے تو دوست کے حق میں اِن کا اہتمام اور زیادہ ضروری ہے۔

3۔ نیکی پر تعاون کرنا اور گناہ سے بچانا: تمام مسلمانوں، خصوصًا دوستوں کا حق ہے کہ اگر اُنھیں نیکی کے کسی کام میں ہمارے تعاوُن کی ضرورت ہو تو حسبِ استطاعت اُن سے تعاون کریں اور خدانخواستہ اگر وہ کسی گناہ میں مبتلا ہوں تو اچھے طریقے سے اُنھیں اُس گناہ سے بچائیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ... "نیکی اور پرہیز گاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ و ظلم پر باہم تعاوُن نہ کرو۔" [المائدۃ 2:5]

عملِ فاروقی: امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرتِ مبارکہ میں دوست کی خیر خواہی اور اُسے گناہ سے بچانے کا خوب صورت واقعہ ملتا ہے۔ مروی ہے کہ شام سے ایک خستہ حال شخص امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کے دربار میں آیا کرتا تھا، کچھ عرصہ وہ حاضر نہ

ہوا تو آپ نے اُس کے بارے میں پوچھا، عرض کی گئی: معاذ اللہ! وہ شراب کا عادی ہو گیا ہے۔ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے اپنے کاتب کو بلوایا اور فرمایا کہ لکھو: عمر بن خطاب کی طرف سے فلاں بن فلاں کی طرف، السلام علیکم! (پھر سورۂ مؤمن کی تیسری آیتِ کریمہ سے اخذ شدہ حمدِ باری لکھوائی) فَإِنِّيْ أَحْمَدُ إِلَيْكَ اللهَ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ[1] لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ إِلَيْهِ الْمَصِيْرُ۔ مَیں تیرے سامنے اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں، جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، وہ گناہوں کو بخشنے والا اور توبہ قبول فرمانے والا ہے، سخت عذاب دینے والا، بڑے انعام سے نوازنے والا ہے، اُس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، اُسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔ پھر امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: دُعا کرو کہ وہ دل سے متوجّہ ہو اور اللہ تعالیٰ اُسے توبہ کی توفیق سے نوازے۔

جب اُس شخص کو خط پہنچا تو وہ بار بار اُسے پڑھتا اور اُس کی زبان پر بے ساختہ یہ کلمات جاری رہے: ”وہ گناہوں کو بخشنے والا اور توبہ قبول فرمانے والا ہے، سخت عذاب دینے والا، بڑے انعام سے نوازنے والا ہے، اُس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، اُسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے“۔ پھر روتے ہوئے کہتا: قَدْ حَذَّرَنِيْ عُقُوبَتَهُ وَوَعَدَنِيْ أَنْ يَغْفِرَ لِيْ۔ میرے ربّ نے مجھے اپنے عذاب سے بھی ڈرایا ہے اور مغفرت کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔ چنانچہ اُس نے سچی توبہ کر لی۔

جب امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے نہایت سبق آموز جملہ ارشاد فرمایا: هٰكَذَا فَاصْنَعُوْا، إِذَا رَأَيْتُمْ أَخَاكُمْ زَلَّ زَلَّةً فَسَدِّدُوْهُ وَوَفِّقُوْهُ، وَادْعُوا اللهَ لَهُ أَنْ يَتُوْبَ عَلَيْهِ، وَلَا تَكُوْنُوْا أَعْوَانًا لِلشَّيْطَانِ عَلَيْهِ۔ تم بھی ایسا ہی کیا کرو، جب تمہیں پتا چلے کہ تمہارے کسی مسلمان بھائی سے لغزش ہو گئی ہے تو اُسے سیدھے راستے کی راہ نمائی کرو اور ربّ تعالیٰ سے دُعا کرو کہ وہ اُسے توبہ کی توفیق عطا فرمائے، (بد دُعا دے کر یا اُسے اُس کے حال پر چھوڑ کر) اُس کے خلاف شیطان کی مدد مت کرو۔

(تفسیرِ ابن ابی حاتم، الکشف والبیان [تفسیرِ ثعلبی]، زیرِ آیتِ المؤمن 40:3۔ حلیۃ الاولیاء، ج:4، ص:97، مطبعۃ السعادۃ)

4۔ اذیت پر صبر: اسلامی تعلیمات میں سے ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ اگر کسی دوسرے مسلمان کی طرف سے اذیت پہنچے تو حتّی الامکان اُس پر صبر کیا جائے اور درگزر سے کام لیا جائے، تاہم معاملہ سر سے گزر رہا ہو تو اور بات ہے۔ جب عام مسلمانوں کی طرف سے پہنچنے والی اذیت پر صبر کا حکم ہے تو دوست کا حق کہیں زیادہ ہوتا ہے۔

سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ارشادِ نبوی روایت کیا: اَلْمُؤْمِنُ الَّذِيْ يُخَالِطُ النَّاسَ وَيَصْبِرُ عَلٰى أَذَاهُمْ أَعْظَمُ أَجْرًا مِّنَ الْمُؤْمِنِ الَّذِيْ لَا يُخَالِطُ النَّاسَ وَلَا يَصْبِرُ عَلٰى أَذَاهُمْ۔ ”جو مسلمان لوگوں سے میل جول رکھے اور اُن کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف پر صبر کرے اُس کا اجر اُس مسلمان سے زیادہ ہے جو لوگوں سے میل جول نہ رکھے اور اُن کی ایذا پر صبر نہ کرے۔“

(سنن ابن ماجہ، حدیث: 4032۔ جامع ترمذی، حدیث: 2507)

---

[1] اِن کلمات کا اعراب حکائی ہے۔

حرفِ آخر... تلخیصِ خطبہ اور سپریم کورٹ کے فیصلہ پر تبصرہ

دوستی کا تعلّق انسان کی اہم ضرورت بھی ہے اور بہت نازک بھی... اچھا دوست انسان کے لیے دُنیا و آخرت میں بھلائی کا ذریعہ بنتا ہے، جب کہ بُرے لوگوں سے دوستی دُنیا میں بھی لے ڈوبتی ہے اور آخرت کو بھی خطرے میں ڈال دیتی ہے۔

نیکوں کی سنگت اختیار کرنے کا شوق دلاتے ہوئے اور بُروں کے یارانے سے ڈراتے ہوئے ربّ تعالیٰ نے فرمایا: اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ۔ ”اُس دن گہرے دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے، سوائے پرہیز گاروں کے۔“ [الزخرف 67:43] یعنی کفر و گمراہی اور نافرمانی کی بنیاد پر ہونے والی پختہ دوستیاں قیامت کے دن کوئی فائدہ نہیں دیں گی اور دشمنی میں بدل جائیں گی، جب کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے رکھی گئی اُلفتیں اور محبتیں اُس دن قائم بھی رہیں گی اور نفع بخش بھی ہوں گی۔

آج ہمیں، خصوصاً نوجوان نسل کو یہ بات جاننے کی بے حد ضرورت ہے کہ دوستی کے اثرات کتنے گہرے ہوتے ہیں؟ اِس کا معیار کیا ہونا چاہیے؟ اور دوستی کے آداب و تقاضے کیا ہیں؟

30 جولائی کو دُنیا بھر میں یومِ دوستی (International Day Of Friendship) منایا جاتا ہے اِس مناسبت سے آج کے خطبہ میں دوستی سے متعلق چند باتوں کا ذکر ہوا، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:

- دوستی کا اثر انسان کے اخلاق و کردار اور عادات و اطوار پر بھی ہوتا ہے، حتّٰی کہ بہت مرتبہ انسان اپنے دوست کا ہی دین اختیار کر لیتا ہے، چنانچہ خوب غور و خوض کرنا چاہیے کہ دوستی کیسے لوگوں کے ساتھ کر رہا ہے!
- زندگی کے دیگر معاملات کی طرح محبت و یارانے سے متعلق بھی شریعت کی حُدود میں رہتے ہوئے اعتدال کو اختیار کرنا چاہیے۔
- محبت و دوستی فقط نیک مسلمانوں سے ہونی چاہیے، کافر سے اُلفت اور میل جول حرام ہے، نیز بُروں کی دوستی کردار کو تباہ کر دیتی ہے۔
- بہترین دوست وہ ہے جس کی سنگت سے انسان کو اللہ تعالیٰ کا قُرب نصیب ہو، جب کہ دین سے دُور کرنے والا دوست بدترین ہے۔
- دوستی کے کچھ آداب و تقاضے ہیں:
  - دوستی فقط اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہونی چاہیے۔
  - دوست کا حق دوسرے مسلمانوں سے زیادہ ہوتا ہے؛ لہٰذا اُس کی عزت و تکریم، دل جوئی اور خوشی کا خوب خیال رکھنا چاہیے اور بھرپور خیر خواہی کرنی چاہیے۔
  - دوست کے ساتھ نیکی کے کاموں میں تعاوُن کرنا چاہیے اور اگر خدانخواستہ وہ گناہ میں مبتلا ہو جائے تو اُس کے حق میں دُعا کے ساتھ ساتھ اُسے بہترین طریقے سے روکنا چاہیے۔
  - دوست کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے تو صبر سے کام لیتے ہوئے درگزر کرنا چاہیے۔

دوستی سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے یہ سوچ کر دل خون کے آنسو روتا ہے کہ امریکہ نے گزشتہ دنوں ہزاروں بے گناہ لوگوں کے قاتل اسرائیلی دہشت گرد وزیرِ اعظم کو نہ صرف دورۂ امریکہ میں خصوصی پروٹوکول دیا، بلکہ امریکی کانگریس سے اُس کا خطاب بھی کروایا۔ ایک طرف دُنیاوی مفادات کی دوستی والوں کا یہ حال ہے، جب کہ دوسری طرف مسلم حکمران ہیں جنھیں اپنے مظلوم بھائیوں کے ساتھ اپنا ایمانی رشتہ نبھانے کی کوئی فکر نہیں اور وہ اسرائیلی درندوں کی طرف سے ہر ظلم پر فقط مذمت کرنے کو کافی سمجھتے ہیں۔ حدیثِ پاک میں مسلمان کو بے یار و مددگار چھوڑنے پر سخت وعید فرمائی گئی ہے، جس سے تمام مسلمانوں کو ڈرنا چاہیے۔

گفتگو کے آخر میں سپریم کورٹ آف پاکستان کے حالیہ فیصلہ سے متعلق کچھ کہنا بھی ضروری ہے۔ تقریباً چھ ماہ قبل چیف جسٹس صاحب نے ایک قادیانی سے متعلق کیس کے فیصلہ میں کہا تھا: ''ہر شہری کو مذہبی آزادی حاصل ہے اور کسی کی آزادی کو سلب نہیں کیا جاسکتا۔'' اِس پر تمام مذہبی جماعتوں کی طرف سے شدید احتجاج ہوا، چنانچہ کیس پر نظرِ ثانی کے بعد بدھ کے روز فیصلہ سنایا گیا، جس میں گزشتہ فیصلے کی کچھ خامیوں کو دُور کیا گیا، تاہم یہ بات نہایت افسوس ناک ہے کہ نظرِ ثانی شدہ فیصلے میں کہا گیا کہ قادیانیوں کو اپنے مراکز میں مذہبی آزادی حاصل ہے۔ اِس سلسلے میں یہ ذہن نشین رہنا چاہیے کہ:

⟸ قرآن و سنت کی سینکڑوں واضح نصوص کے مطابق قادیانیوں سمیت ہر وہ شخص جو رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی کو نبی مانے یا نبی کی آمد کو ممکن سمجھے وہ کافر ہے اور ایسے شخص کے کافر ہونے میں شک کرنے والا بھی دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔

⟸ ''امتناعِ قادیانیت آرڈیننس'' کے مطابق قادیانی نہ تو خود کو مسلمان کہلوا سکتے ہیں، نہ ہی اپنے مذہب کی دعوت دے سکتے ہیں اور نہ ہی اپنے مذہب کے لیے اسلامی شعائر اور اصطلاحات استعمال کر سکتے ہیں۔

⟸ سپریم کورٹ آف پاکستان کے فل بنچ کے فیصلہ کے مطابق قادیانی اسلام کے نام پر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں جب کہ دھوکا دینا کسی کا حق نہیں؛ لہٰذا قادیانیوں پر پابندی سے اُن کی حق تلفی نہیں ہوتی۔ اُنھیں ہندوؤں، سکھوں اور دیگر مذاہب کے لوگوں کی طرح اپنے مذہب کے لیے الگ سے شعائر، نام اور القابات بنانے چاہییں، وہ اسلامی نام، شعائر یا القابات استعمال نہیں کر سکتے۔[1]

جب تک قادیانی خود کو غیر مسلم تسلیم نہیں کرتے تب تک اُنھیں اپنے مراکز میں ارتدادی سرگرمیوں کی اِجازت دینا ملک میں انتشار پھیلانے کے مترادف ہے۔ قرآن و سنت کے اصولوں کے خلاف کسی بھی فیصلے کو مسلمان قبول نہیں کر سکتا۔

شرعی مسئلہ: بعض جگہوں پر گھروں میں ''دس بیبیوں کی کہانی''، ''بی بی فاطمہ کا معجزہ''، ''بی بی زینب کا معجزہ'' وغیرہ کتابیں پڑھی جاتی ہیں۔ یہ کہانیاں جھوٹی ہیں اور اِن میں کئی باتیں عقائد کو خراب کرتی ہیں؛ لہٰذا ایسی کتابیں ہرگز نہ پڑھی جائیں۔ اِن کی جگہ حصولِ برکت کے لیے قرآنِ حکیم کی تلاوت کی جائے اور صحیح روایات پر مشتمل کوئی کتاب پڑھ کر ایصالِ ثواب کیا جائے۔

---

[1] ظہیر الدین بنام ریاست، SCMR 1718، سالِ اشاعت: 1993ء

اللہ تعالیٰ شہزادۂ امام حسین سیدنا علی زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے صدقے میں اسلام اور مسلمانوں کو عزتیں عطا فرمائے اور اُمّت کو دینی غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے غزہ کے مظلوموں کے ساتھ عملی طور پر تعاون کرنے کی توفیق سے نوازے۔

ربِّ کریم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں نصف صدی سے زائد عرصہ دینی خدمات انجام دینے والی شخصیت استاذ الحفاظ والقرا مولانا قاری ظہور احمد سیالوی علیہ الرحمہ کی دینی خدمات کو قبول فرماتے ہوئے اُن کے درجات کو مزید بلند فرمائے۔

خالقِ کائنات ہمیں نیکوں سے دوستی ورفاقت کی توفیق سے نوازے اور بروں کی سنگت سے ہمیشہ محفوظ فرمائے۔

ربِّ کریم پاکستان کو تمام بحرانوں سے نجات عطا کرے، حکمرانوں کو دین کا خیر خواہ اور عوام کا خدمت گزار بنائے۔

آمین بجاہ النبیِّ الکریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم